© rasailojaraid.com

مقصودِ تخلیقِ کائنات

(۵)

جناب غلام نبی صاحب مسلم لاہور

رضوان اللہ ——— فتح مبین

جنگِ اُحد نے مسلمانوں کی کلی تطہیر کردی، اللہ تعالیٰ نے طیب و خبیث کا امتیاز کردیا منافقین پر اعتماد ختم کردیا گیا۔ اہلِ ایمان نے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد کے بعد غزوۂ خندق میں روایتی ایمان، خلوص، ایثار، استقامت اور جاں نثاری کا ثبوت دیا، جس سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے انھیں کامیابیوں اور کامرانیوں کا وعدہ دیا، اور اگر اس سے قبل پانچ سال تک اہلِ ایمان اپنے دین، جان، مال اور اور حریتِ ضمیر کے لئے مدینہ اور اُس کے قرب و نواح میں مدافعت پر مجبور تھے، تو اب اُن کے مخالفین کے حوصلے پست ہونے لگے، اِرد گرد کے قبائل کے قلوب میں ان کا رُعب بیٹھ گیا اور اِن کی اہمیت محسوس ہونے لگی، مسلمانوں کو پیش قدمی کا حوصلہ اور موقع ملا، اور وقت آگیا کہ پانچ سال قبل یکم محرم الحرام کو مدینہ میں جس اسلامی ریاست اور مربوط مسلم معاشرہ کی اساس رکھی گئی تھی، اُس کا دائرہ اثر مستحکم بنیادوں پر وسیع ہو، اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے) کا خدائی وعدہ پورا ہو، حجاز اور فلسطین کی مقدس زمین اور دیگر ممالک پر مطہر و مزکی بقیۃ ابراہیم، خدا کی موعود امت، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ جماعت اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا علم لہرائے اور بحر و بر کے فساد زدہ ربعِ مسکون کو عدل و انصاف اور امن و آشتی کا گہوارہ بنا دے۔

سنہ ۶ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا دیکھا کہ آپؐ اپنے مہاجرین و انصار جاں نثاروں کے ساتھ، بے خطر، سر منڈواتے، بال ترشواتے خانۂ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں، اسے حکم الٰہی یقین کر کے آپؐ نے اہلِ ایمان کو حج کی تیاری کا حکم دے دیا، وہاں تو اشارہ کی دیر تھی، شک و انکار کی کہاں گنجائش تھی، مہاجرینِ مکہ تو فطری طور پر مکہ کو لوٹنے کے لئے بے قرار ہوں گے۔ انصار اور دیگر مسلمان بھی چھ سال سے زیارتِ بیت اللہ سے محروم تھے اوّل تو رحمت و رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ تمام خطرات پر غالب آگیا ہوگا، اور اب تو ان کا ارادہ ذی قعدہ کے ماہِ حرام میں سفرِ حج کا تھا جس میں عرب جنگ کو حرام سمجھتے تھے، پھر انھوں نے قربانی کے جانور ساتھ لئے تھے، اور ہتھیار بھی محض سفری ضرورت کے لئے ہمراہ تھے، جنگ کے خیال سے نہ لئے تھے۔

لیکن قدرت کا ارادہ فتوحات کے نئے ابواب کھولنے کا تھا، اس لئے ضروری تھا کہ اسلامی لشکر کو اب منافقین سے پاک کر دیا جائے، یہ منافقین جنگِ بدر میں مسلمانوں کی تباہی کی توقعات لئے بیٹھے تھے، پھر جنگِ اُحد میں جنگ سے قبل ہی ساتھ چھوڑ گئے تھے، اور جنگِ خندق میں عین محاصرے اور دباؤ کی شدت میں اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ (ہمارے گھر دشمنی کی زد میں ہیں) کی آڑ میں راہِ فرار اختیار کر گئے تھے، پھر اب تو جنگ نہ تھی، کہ یہ لوگ شرکت پر مجبور ہوتے، انھیں تو موت کا خوف ہر وقت دامنگیر رہتا تھا، جب آنحضرتؐ نے حج کی تیاری کا اعلان کیا، تو منافقین کو یوں محسوس ہوا کہ قریشِ مکہ نے مسلمانوں پر حملہ کر کے سب کو تہ تیغ کر دیا ہے، پس وہ شریک نہ ہوئے اور جب آں حضرتؐ اصحاب کے ساتھ صحیح و سلامت مدینہ لوٹ آئے، تو عذر کیا کہ ہم کاروبار اور خانگی معاملات میں اُلجھے رہے، اس لئے شریکِ سفر نہ ہو سکے، ہمارے لئے آپ دعائے مغفرت کیجیے، دراصل یہ محض دروغ اور عذرِ لنگ تھا، چنانچہ خدا نے ان کے کذب کی تردید کرتے ہوئے کہا:-

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓی اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ	(تمہارا معروفیت کا عذر بالکل ہیچ ہے) بلکہ تم نے تو یہ گمان کیا تھا، کہ رسولؐ اور مومنین اپنے اہل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا
(الفتح)

عیال کی طرف کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمھارے دلوں کو اچھی لگی، اور تم بُرا خیال دل میں لاتے، اور تم تو ہلاک شدہ قوم تھے"

منافقین کے برعکس اُمتِ مسلمہ کے ایثار، خلوص، حُبِّ ایمان اور فنافی الرسول ہونے کی عجیب کیفیت تھی، وہ سب اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں، انصار کھیتی باڑی میں لگے ہیں، تو مہاجرین کاروبارِ تجارت میں منہمک، ایک طبقہ دستکاریوں میں اُلجھا ہوا ہے تو دوسرا نانِ جویں کے لئے محنت و مشقت کر رہا ہے کہ اچانک جہاد کا اعلان ہوتا ہے ۔ پھر کیسی کھیتی باڑی اور کہاں کی تجارت، سود و زیاں کا احساس روک نہیں بنتا اور یہ حزب اللہ کاروبار، فصلیں، مال و دولت، اہل و عیال، غرضیکہ دُنیا کی ہر محبوب شے چھوڑ چھاڑ کر میدانِ وغا میں پہنچ جاتے ہیں۔ تاکہ راہِ حق میں شہادت نصیب ہوجائے، دس سال کی قلیل مدت میں اسّی (۸۰) بار بلاوا آیا، گویا ہر لمحہ پابہ رکاب تھے، یوں معلوم ہوتا ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور رحمتِ الٰہی نے آیندہ زندگی کی نعمتیں ان کے سامنے لا رکھی تھیں، اور وہ دیوانہ وار اُن کی طرف لپک رہے تھے، یہی کچھ کیفیت ہمیں سفرِ حج میں ان کی شرکت سے محسوس ہوتی ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر امن و سلامتی کا نقیب تھا، ارادہ حج بجائے خود امن کی علامت تھا اور یہ بات سرکارِ دوعالم کی شان سے بعید تھی کہ آپؐ اہلِ ایمان سے غلط بیانی کرتے، اور آپؐ کے دل میں کوئی دوسرا عزم ہوتا، پھر یہ سفر ذی قعدہ کے ماہِ حرام میں کیا گیا تھا جس میں جنگ ممنوع تھی، مسلمانوں کے پاس کافی مقدار میں جنگی ہتھیار بھی نہ تھے، اور اس حالت میں مقدسین امت کا یہ قافلہ خطرات کی طرف بڑھ رہا تھا، اس کی نیک نیتی اور سلامت روی کا یہ واضح ثبوت تھا کہ کفار کے ایک مختصر سے دستے نے آپؐ کا راستہ روکنا چاہا تو آپؐ نے خونریزی سے بچنے کے لئے راستہ تبدیل کر لیا، اور ایک دشوار گذار راستے سے سفر کر کے مکہ سے چند میل دور حدیبیہ کے مقام پر آ ٹھہرے ۔ تاکہ اپنے ارادہ حج کے ضمن میں اگر کوئی غلط فہمی کا امکان ہو تو قریش کے ساتھ گفتگو کر کے اسے دور کر دیا جاتے پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں بھی قریش کے اسّی (۸۰) جنگجوؤں نے شہر الحرام کا احترام ترک کر کے مسلمانوں پر اُس وقت حملہ کر دیا جب وہ نماز ادا کر رہے تھے، مگر مسلمانوں نے انھیں گھیر کر گرفتار کر لیا، اور حضورؐ نے خیر سگالی اور امن شعاری کی بنا پر انھیں رہا کر دیا۔

قریشِ مکہ کی طرف سے اشتعال انگیزی کی ابتداء ہو چکی تھی۔ اور مسلمانوں کی طرف سے اس کے برعکس تحمّل، نرمی اور صلح پسندی کا مظاہرہ ہو رہا تھا جو طبعاً گوارا نہ تھا۔ لیکن مسلمان تو ابِ اتباعِ رسالت مآب میں فنا ہو چکے تھے۔ جس کا کامل ترین مظاہرہ اِسی مقام پر صُلحِ حُدیبیہ کے وقت ہوا اور طبعی جذبات اور اتباعِ نبوی کے مابین شدید کشمکش کے بعد اُمّتِ مسلمہ فنافی اللہ اور فنافی الرسول کے جس بلند وارفع مقام پر پہنچ چکی تھی وہ نوعِ انسان کے لئے تا ابد مشعلِ ہدایت کا کام دیتا رہے گا۔

حُدیبیہ کے مقام پر نزول کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشِ مکہ کو کہلوا بھیجا کہ ہمارا ارادہ محض حج کرنے کا ہے۔ جس کے بعد ہم پُر امن طریق سے مدینہ کو لوٹ جائیں گے۔ لیکن قریش نے غرور و نخوت کے زیرِ اثر قاصد کے اونٹ کو مار ڈالا، اور اپنی شان میں گستاخی سمجھ کر قاصد کو قید کر دیا، مگر آں حضرتؐ پھر بھی مایوس نہ ہوئے اور خیر سگالی کے جذبہ سے اب کے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو رئیسِ مکہ ابو سفیان کے قریبی عزیز، بنی اُمیّہ کے چشم و چراغ اور مکہ میں خاص قدر و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، نیز آں حضرت صلعم کے مخلص، معتمد اور جاں نثار ہونے کے علاوہ آپؐ کے دوہرے داماد بھی تھے، اور اس وجہ سے بحیثیت سفیر ممتاز مقام رکھتے تھے۔

قریشِ مکہ نے حضرتِ عثمانؓ کو تنہا تو عمرہ کی اجازت دی۔ مگر آں حضرتؐ اور آپؐ کے باقی اصحاب کو اجازت دینے سے انکار کر دیا، جس پر سیدنا عثمانؓ نے اپنے آقا اور برادرِ دینی کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا، جب سیدنا عثمانؓ کو واپس جانے میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی تو حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرتِ عثمانؓ شہید کر دئے گئے ہیں، مکۂ معظمہ میں حرمت والے مہینے میں، خادمِ بیت اللہ مسلمانوں کے سفیر کا قتل ایسا جرم نہ تھا کہ ڈیڑھ ہزار مجاہدین اسلام کا سرفروش گروہ اسے نظر انداز کر دیتا، آں حضرت صلعم نے محسوس کیا کہ حضرت عثمانؓ کے خون سے درگزر کرنا بہت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے خطرات کا پیش خیمہ ہوگا اور عین ممکن ہے کہ مسلمانوں کی خاموشی کو کمزوری پر محمول کرکے کفارِ قریش بظاہر ان نہتے مسلمانوں کے وجود کے لئے خطرہ پیدا کر دیں اس لئے آپ نے سفیرِ اسلام حضرت عثمانؓ کے خون کا انتقام لینے کے لئے تمام اہلِ ایمان سے موت کی بیعت لی، یہ بیعت تاریخ میں بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ کیوں کہ اس بیعت سے خوش ہوکر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ کا مژدۂ جانفزا سنایا تھا۔ اہلِ بصیرت غور فرمائیں۔ کہ آں حضرت صلعم کے نام لیوا جاں نثار کس پائے کے انسان تھے۔ گھر سے حج بیت اللہ کے لئے چلے ہیں، جنگ کا ارادہ ہوتا تو شہادت کے خیال سے بال بچوں اور مال و متاع کا کچھ انتظام کرتے، پوری طرح مسلح ہوکر آتے، اس کے برعکس ایک امن پرور فریضہ کی ادائیگی کے لئے نکلے ہیں۔ بال بچے گھروں میں مطمئن بیٹھے ہیں۔ یہ بندگانِ خدا چند دنوں کے بعد گھروں کو لوٹنے اور کاروبار سنبھالنے کی امید میں ہیں، کہ اچانک آنحضرت صلعم جان کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کیا کسی قلب میں اضطراب پیدا ہوا؟ کیا کسی کے ایمان میں کمزوری نے سر اٹھایا؟ کیا کسی کے پاؤں میں لغزش آئی؟ کیا کسی کو بال بچوں اور مال کی محبت نے بے چین کیا؟ ان میں کسی ایسی بات کا نام و نشان تک نہ تھا، اور انھوں نے دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہوکر اپنا سب کچھ اپنے محبوب کے حوالے کر دیا

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (الفتح: ۱۰)

"وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے، پس جو کوئی یہ بیعت توڑتا ہے وہ اپنی جان کے نقصان کے لئے ہی توڑتا ہے۔ اور جو اسے پورا کرتا ہے جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے۔ تو وہ اسے بڑا اجر دے گا"

جس خلوص اور جذبۂ پاک سے یہ بیعت کی گئی وہ خدا کے ہاں مقبول ہوئی ان میں سے کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک فرد نے بھی عہد سے انحراف نہ کیا، اور جو عہد انھوں نے رسولؐ کی وساطت سے اللہ جل شانہٗ سے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انھیں حسب وعدہ اجر عظیم عطا ہوا، جیسا کہ اسی بیعت اور ایفائے عہد کی شہادت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (الفتح : ۱۸)

"یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ سو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر تسکین نازل کی اور انھیں بدلہ میں ایک قریبی فتح دی اور بہت سے مالِ غنیمت بھی جو وہ لیں گے اور اللہ غالب حکمت والا ہے"

تاریخ کے اوراق الٹ جائیے، دنیا کا کونہ کونہ چھان لیجئے، اور کسی دوسرے ایسے گروہ کی تلاش کیجئے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس قدر بڑا اعزاز بخشا ہو، "اللہ تعالیٰ درخت کے نیچے اپنے رسول کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں سے راضی ہوگیا" یہ الفاظ تو صرف اسی ایک اُمت کے مقام کی رفعت اور تقدیس پر گواہ ہیں اور اس سند کی اساس اس بے نظیر، پاکیزہ ایمانی کیفیت پر ہے۔ جو بیعت کرتے وقت ان کے قلوب میں موجزن تھی (فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ) اور اسی کیفیت کا علم رکھتے ہوئے، ستائش کنندہ خدائے علیم وخبیر خود ہے، گویا کہ بیعت کرنے والوں میں سے ہر ایک نے خلوص کی انتہائی بلندی پر ایفائے عہد کیا، جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں علی الاعلان کر دی اور اس پر خوشنود ہو کر ایک تو دشمن کے درمیان وطن سے دور انھیں تسکین کی دولت سے مالا مال کر دیا، پھر انھیں قریبی فتح دے کر خوشنودی کا عملی ثبوت مہیا کر دیا، اور انھیں آیندہ کثیر مالِ غنیمت اور فتوحات کا وعدہ دے کر قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وارث ٹھہرایا اور اس طرح بیعت رضوان کے شرکا میں سے ایک ایک فرد کے تا ابد مومن کامل ہونے کا اعلان فرما دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سفر میں اصحابِ رسول، السابقون الاولون، اپنے محبوب آقا کے اشارے پر موت کی بیعت کرنے والی اُمتِ مسلمہ کے کردار کا ایک اور روشن پہلو بھی عجیب آب و تاب سے دُنیا کے سامنے آیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے وقت فرشتوں کے سامنے "اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ" کے الفاظ میں جس حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا، آج وہ آیۂ استخلاف کی حقیقی مصداق، اُمتِ محمدیہ کے کردار سے آشکار کر دی چنانچہ جب قریشِ مکہ کو بیعتِ رضوان کی سنگینی کا احساس ہوا تو اُنھوں نے صلح کی طرف ہاتھ بڑھایا، سیدنا عثمانؓ تو صحیح و سلامت اپنے آقا سے آملے، گویا کہ بیعت سے خدا کو محض عثمانؓ کے مقام کا اظہار اور اُمت کا تزکیہ مقصود تھا، اس بیعت کی تہ میں کوئی مصلحت ربانی و نبوی تھی، کہ خود حضورؐ نے اپنے ایک دستِ مبارک کو سیدنا عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر عثمانؓ کی طرف سے آپ بیعت کی، اور اس طرح مومنین پر اس بیعت اور خونِ عثمانؓ کی عظمت واضح کی، اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس بیعت میں نبی کریمؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بیان کیا، اور یوں سب کو تائیدِ الٰہی کی بشارت دی،

پس کفار نے اپنا ایک نمائندہ صلح کے لئے آں حضرتؐ کی خدمت میں بھیجا اور اُس نے درج ذیل شرائطِ صلح پیش کیں،

۱۔ دس سال تک باہم صلح رہے گی، دونوں طرف آمد و رفت میں کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔

۲۔ جو قبائل چاہیں قریش سے مِل جائیں۔ جو چاہیں مسلمانوں سے مِل جائیں، ان قبائل کے حقوق بھی فریقین معاہدہ جیسے ہوں گے۔

۳۔ مسلمانوں کو آیندہ سال عمرہ کرنے کی اجازت ہوگی مگر وہ ہتھیار بند نہ ہوں۔

۴۔ اگر قریش میں سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ آجائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

پہلی دو شرائط بلا شبہ مسلمانوں کے حق میں تھیں، کیوں کہ وہ تو خود جنگ کے خلاف تھے، صلح کے بعد انھیں ہر جگہ آزادانہ تبلیغ کا موقع ملا جس کے مفید نتائج نکلے، اور عرب میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے علاوہ قریش کے خوف سے آزاد ہو کر کئی قبائل مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ نیز مسلمان نے قریش کی طرف سے مطمئن ہو کر یہود اور دیگر سرکش قبائل کا زور توڑا اور اس طرح اپنا دائرۂ اثر کافی وسیع کرلیا، لیکن صلح کی تیسری اور چوتھی شرائط بادی النظر میں مسلمانوں کے لئے ہتک آمیز تھیں، مسلمان حکم الٰہی کے ماتحت حج کے لئے نکلے تھے، اور حج کئے بغیر لوٹنا ذلت کا باعث سمجھتے تھے، پھر انھیں اپنی قوت اور برتری کا یقین تھا۔ وہ قلتِ تعداد کے باوجود قریش کو کئی بار نیچا دِکھا چکے تھے، اور اب تازہ عزم اور بیعت نے اُن کے دِلوں میں نیا اعتماد پیدا کردیا تھا، پھر وہ سمجھتے تھے، کہ حج ان کا دینی فریضہ اور حق ہے، اور کسی کو یہ اختیار نہیں کہ انھیں اس کی ادائیگی سے روکے، پھر یہ شرط بھی ناقابلِ قبول تھی کہ نو مسلم قریشی کو تو کفار کے حوالے کردیا جاتے۔ اور جو مسلم کفار کے ہاں چلا جائے، اسے واپس نہ کیا جائے۔ پس اہلِ ایمان کے قلوب میں اضطراب کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ اور اس بے چینی کا اظہار مختلف پیرایوں میں کیا جانے لگا۔ لیکن آں حضرتؐ ان شرائط کو منظور کرچکے تھے، بشریت اور ایمان کے درمیان یہ کشمکش شدت سے جاری تھی، تاہم اُمتِ مسلمہ کی محبت اور جذبۂ اتباعِ رسولؐ پہلے بھی بارہا غالب رہا تھا، اور اب بھی یہ جذبہ متزلزل نہ ہوا، ابھی معاہدے کے الفاظ ختم ہی ہوئے تھے مگر ضبطِ تحریر میں نہ آیا تھا۔ کہ نو مسلم ابوجندلؓ قریش کی قید سے بھاگ کر آں حضرتؐ سے پناہ کے طالب ہوئے مگر آں حضرتؐ تو عہد کے پابند ہو چکے تھے۔ اس لئے ابوجندلؓ کو واپس کردیا، ابوجندلؓ نے ملتجی نگاہوں سے مسلمانوں سے فریاد کی، مسلمان تلملا کر رہ گئے لیکن آں حضرتؐ کے فیصلے کے سامنے کسی شخص کو بھی اُف کرنے کا حوصلہ نہ پڑا، اور کفارِ مکہ پندرہ سو تلواروں کے درمیان سے ابوجندلؓ کو زنجیروں میں جکڑ کر لے گئے۔ ضبطِ نفس اور اطاعتِ رسولؐ کے مقابل بشری احساسات پر قابو پانے کی اس سے بہتر اور عمدہ مثال کہاں ملے گی۔ دراصل آں حضرتؐ کی بعثت کی غرض ہی ایک مثالی جماعت کا قیام تھا اور صلح حدیبیہ نے آپؐ کی کامیابی کی تصدیق کردی۔

۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلح حدیبیہ کے بعد ضروری تھا کہ آسمانِ رُشد و ہدایت کے یہ شمس و کواکب مدینہ لوٹ آئیں ۔ چنانچہ مسلمانوں نے آں حضرتؐ کی اتباع میں قربانی کے جانور ذبح کئے، اور عازمِ مدینہ ہو گئے، ابھی زیادہ دور نہ گئے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اہلِ ایمان کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ملی،

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا (الفتح: ۱-۲)

"ہم نے اے اُمتِ مسلمہ تجھے ایک کھلی فتح عطا کی تاکہ اللہ تیرے ان قصوروں کے بُرے اثرات سے تجھے بچائے جو اس سے پہلے تجھ سے سرزد ہوئے یا بعد میں سرزد ہونے کا امکان ہے اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے اور تجھے سیدھے راستے پر چلائے اور تجھے زبردست نصرت سے نوازے"

اس فتح مبین کا مخاطب گروہ مسلمین ہے، آں حضرتؐ کی ذاتِ مبارک نہیں کیوں کہ صلح حدیبیہ تو خود آپؐ نے حکمِ الٰہی سے کی تھی، اور آپؐ اس سے کُلی طور پر مطمئن تھے، اور اس کے نتائج کے حسن و قبح سے کماحقہٗ آگاہ تھے، بے چینی اور اضطراب تو آپ کے ہمرکاب اصحاب کو تھا، اور انھیں ہی تسکین کی ضرورت تھی، انھوں نے ہی پہلی جنگوں میں غلطیوں (سَیِّئات) کا ارتکاب کیا تھا، ان ہی سے بعد میں آں حضرتؐ کی حیاتِ طیبہ اور بعد میں غلطیوں کا اندیشہ تھا، ان ہی پر اتمامِ نعمت ہونا باقی تھا۔ جیسا کہ بعد میں اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی کے الفاظ سے واضح ہے۔ انھیں ہی صبر آزما حالات میں قدم قدم پر ہدایت اور استقامت کی ضرورت تھی، اور انھیں ہی مزید نصرت کے وعدے مطلوب تھے، چنانچہ اس کے معًا بعد فرمایا:-

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ (الفتح ۴)

"اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے قلوب میں تسکین نازل کی تاکہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو"

ایک اہم بات جو اُمتِ مسلمہ کی عظمت پر شاہد ہے یہ ہے کہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کلماتِ تحسین، بشارات اور فتح مبین کا اعلان اور مستقبل قریب و بعید میں دور دراز ملکوں پر غلبہ و تسلط کا وعدہ صلح حدیبیہ میں ان کی کامل آزمائش اور اس میں کامیابی کے بعد اُس وقت ہوا جب کہ وہ بظاہر بوجھل دلوں کے ساتھ لوٹ رہے تھے، آپ ان کی خوشی کا اندازہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بظاہر ناکام مہم کو فتح مبین ٹھہرایا۔ اور انھیں اس بات کی ازحد زیادہ مسرت ہوئی کہ ان سے ایک بھی ایسی اضطراری حرکت سرزد نہ ہوئی۔ جو خدا کی ناراضی کا موجب ہوئی ہو، اور اس کی تصدیق لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ کے پیارے یقین افزا الفاظ سے ہوئی، اور وہ اس خوشی کے ساتھ لوٹے کہ دشمنوں کے مقابل ان کی گذشتہ اور آئندہ لغزشوں اور کوتاہیوں پر قلم عفو کھینچ دیا گیا ہے۔ ان پر فتح عالم کے دروازے بھرپور وسعت کے ساتھ کھول دیے گئے ہیں، اور انھیں دین و دنیا کی کثیر نعمتیں میسر ہوں گی، کیا صلح حدیبیہ نے امت کو اس مقام پر نہیں پہنچا دیا جہاں اسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام دیکھنے کے متمنی تھے؟

نئے دور کا آغاز | قرآن حکیم نے اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کی شرط کے ساتھ اُمتِ مسلمہ کو اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مژدہ سنایا تھا، اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کا نقطۂ عروج حدیبیہ کا میدان ثابت ہوا، جہاں امتِ مسلمہ کو رضائے الٰہی کا تاج پہنایا گیا، اور اس پر نئی فتوحات کے دروازے کھولے گئے، اسی موقع پر یہ بشارت بھی دی گئی،

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (الفتح)

تمھارے ساتھ اللہ نے کثیر غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ جنھیں تم حاصل کروگے، پھر یہ تم کو جلد ہی دلوا دی۔

اور یہ سلسلہ اسی پر ختم نہیں ہوا، بلکہ اُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا کے پردے میں آئندہ بے شمار فتوحات کو چھپائے رکھا، اسی کی طرف اشارہ، غزوۂ خندق کے ضمن میں، یہودِ بنی قریظہ کی جلاوطنی کے وقت اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا کے الفاظ میں کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا تھا، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کامل تھا، انھیں یقین تھا کہ اب وہ جہاں جائیں گے، نصرت ان کے قدم چومے گی، قریش کا خطرہ ٹل چکا تھا، گذشتہ جنگوں میں قریش کا کافی جانی و مالی نقصان ہو چکا تھا، ان کی تجارت بھی کافی متاثر ہوئی تھی، پھر سات سالہ قحط نے ان کی حالت مزید پتلی کر دی تھی، نیز انھیں یہ احساس بھی ہوا ہوگا، کہ آں حضرت صلعم کی کامیابی بھی تو ان کے مسلمان بھائی بنو قریش ہی کی کامیابی ہے۔ اس لئے انھوں نے جارحانہ ارادوں کو ترک کر کے مصالحت کی راہ اختیار کی، لیکن عرب میں ابھی یہود کی منظم مخالفت موجود تھی، اور وہ متعدد بار مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کر چکے تھے۔ آں حضرتؐ نے صلح کو غنیمت جانا اور یہی مناسب سمجھا کہ پہلو کے یہودی دشمن کی طاقت توڑ دی جائے۔ چنانچہ آپؐ نے مدینہ پہنچ کر حالات کو درست کیا اور مجاہدین کے ساتھ یہود کے مرکز خیبر کا رخ کیا، جہاں سے چند ماہ قبل، غزوۂ خندق کے وقت یہود نے قریش کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کر کے اپنی دشمنی کا تازہ ترین ثبوت بہم پہنچایا تھا۔

غزوۂ خیبر سے منافقین کا اخراج اس مہم کا ایک خاص اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپؐ نے حکم الٰہی کے مطابق اس لشکر میں صرف ان مومنین کو شرکت کی اجازت دی جو بیعت رضوان میں آپؐ کے ساتھ تھے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ (الفتح: ۱۵)

"جب تم غنیمت حاصل کرنے کے لئے جاؤ گے تو (بیعت رضوان سے) پیچھے رہنے والے لوگ کہیں گے، ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں، کہہ دیجئے، تم ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چلوگے، اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔"

منافقین نے سفر رضوان میں مسلمانوں کا اس لئے ساتھ نہیں دیا تھا کہ انھیں اپنی جان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خطرہ تھا، اور انھیں یقین تھا کہ مسلمانوں نے جان بوجھ کر موت کو دعوت دی ہے۔ مگر حالات نے پلٹا کھایا۔ سرکش قریش نے خلاف توقع صلح کر لی، اب منافقین چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا ساتھ دیں کیوں کہ انھیں ماضی کے واقعات کی روشنی میں یہود کے خلاف مسلمانوں کی کامیابی کا یقین واثق تھا، اور لالچ کے زیر اثر وہ یہود سے کئے ہوئے وعدے فراموش کر چکے تھے، لیکن قدرت کو ان کی دوہری مایوسی مطلوب تھی، پہلے وہ مسلمانوں کی کامیاب واپسی پر نادم و مضطرب تھے، اور اب انھیں اِن غنائم سے محروم ہونا تھا۔ جو وعدۂ الٰہی کے مطابق مسلمانوں کے لئے مقدر تھے، چنانچہ انھیں حسرت و ناکامی کی آگ میں جلنے کے لئے چھوڑ دیا گیا، اور مسلمان خیبر کے مقام پر پہنچے، چند ہی دنوں میں کچھ علاقے بزورِ شمشیر فتح کئے۔ اور بقیہ بلا مقابلہ ان کے حوالے کر دئے گئے۔ اس طرح ایک اور طاقت ور حریف کی قوت مدافعت ختم کر دی گئی، ان کے اموال مسلمانوں کے ہاتھ لگے، ان کی زمینوں کی مستقل آمدنی سے مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوگئی، دائرۂ اثر وسیع تر ہوا، اور فتح و کامرانی کے مزید راستے کھل گئے۔ جس سے منافقین اور قریش مکہ کی مزید حوصلہ شکنی ہوئی اور جب ایک سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی جانب فاتحانہ یلغار کی تو قریش نے مقابلہ کئے بغیر ہتھیار ڈال دیئے اور اسلام کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔

صُلح حُدیبیہ کے بعد عُمرہ میں حکمت

اللہ تعالیٰ کو امت مسلمہ کا بچانا مطلوب تھا، تاکہ غلبۂ دینِ الٰہی کامل صورت میں دُنیا کے سامنے آئے۔ پھر اُسے مکہ کی حُرمت بھی عزیز تھی، اور اس ذُرِّیّتِ ابراہیمؑ کو بھی محفوظ رکھنا تھا، جو مکہ میں آباد تھی، اور آیندہ اسی کے ہاتھوں جزیرۃ العرب، ایران، روم، مصر، ترکش وغیرہ ممالک کو حلقہ بگوشِ اسلام کر کے انھیں اقوامِ عالم کی قیادت بخشنا بھی پیشِ نظر و منظور تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

۱۔ ترجمہ " اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمھارے ہاتھوں کو ان سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وادیٔ مکہ میں روکے رکھا، بعد اس کے کہ تمھیں ان پر فتح دی اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو، اسے دیکھنے والا ہے" (الفتح : ۲۴)

۲۔ " وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجدِ حرام سے روک دیا، اور قربانی کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنے سے روکا، اگر مومن مرد اور مومن عورتیں (مکّہ میں) نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے کہ تم انھیں پامال کر دو گے، پھر تمھیں ان کی وجہ سے لاعلمی میں کوئی نقصان پہنچ جاتے۔ تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اگر وہ الگ ہو جاتے تو جو ان میں سے کافر تھے ہم انھیں دردناک عذاب میں مبتلا کرتے" (الفتح : ۲۵)

۳۔ " جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد ٹھان لی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر تسکین نازل کی، اور انھیں تقوے کی بات پر جمائے رکھا، اور وہ اسی کے زیادہ حق دار اور اسی کے اہل تھے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" (الفتح: ۲۶)

۴۔ " اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا، اگر اللہ نے چاہا تو تم ضرور مسجدِ حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سر منڈواتے اور بال ترشواتے، تمھیں خوف نہ ہوگا، سو وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے، پس اس سے پہلے اس نے ایک قریبی فتح عطا کی" (الفتح : ۲۷)

سورۃ الفتح کی ان آیات سے چند باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ کہ اُمتِ مسلمہ کی خیر خواہی اللہ تعالیٰ کو کس حد تک منظور تھی، اور مسلمانوں نے رضائے الٰہی کو کس حد تک مدِ نظر رکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ کو رؤیا میں بتایا گیا کہ اہلِ ایمان خانہ کعبہ میں (آمنین) امن کے ساتھ داخل ہوں گے، اور اس کا علم اللہ ہی کو تھا (فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا) کہ وہ امن کس طرح حاصل ہوگا چنانچہ اُس نے جس طریق سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا، وہ خدائی نصرت کے بغیر ممکن نہ تھا، چنانچہ اول تو مسلمانوں اور کفار کو باہم قتال سے روکا، کیوں کہ قتال کی صورت میں آمنین کی شکل قایم نہ رہتی؛ پھر قتال سے یقیناً مسلمانوں کا بھی مزید نقصان ہوتا، اور عین ممکن تھا کہ وطن سے تین سو میل، لاکھوں دشمنوں کے درمیان گھرے ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا نقصان ناقابلِ تلافی ہوتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور زیارت بیت اللہ کے وعدۂ الٰہی میں تاخیر ہو جاتی۔ اس کے علاوہ اس صورتِ حال سے فائدہ اُٹھا کر خیبر کے یہود، منافقین اور بدوی قبائل کو ساتھ ملا کر قریش کے ہاتھوں جنگ سے بچے کھچے مسلمانوں پر حملہ کر دیتے جس کی طرف بھی فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا میں اشارہ ملتا ہے۔ پھر مکّہ میں بہت سے مرد و عورت اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور اگر جنگ ہوتی تو انھیں کافروں اور مسلمانوں ہر دو کے ہاتھوں نقصان پہنچتا یا مسلمان انھیں بچاتے ہوئے خود مشکلات میں پھنستے، اس کے علاوہ حرم اور ماہ حرام کی تقدیس بھی مجروح ہوتی، اور مسلمانوں کو صلح حُدیبیہ کی صورت میں خیبر کی فتح (فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا) سے جو تقویت پہنچی اور مال اور اسلحہ کے حصول کے ساتھ یہود کا جو خطرہ ختم ہو گیا، اُس سے محروم رہتے، نیز قریش نے حمیتِ جاہلیت کے زیرِ اثر مسلمانوں کو زیارتِ بیت اللہ سے روک کر جو حماقت کی اس سے ان کے خلاف مشرکین میں بھی نفرت پیدا ہوئی اور کئی قبیلے مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ اس کے علاوہ خود قریش کے سعید الفطرت افراد کے قلوب میں تبدیلی آئی اور ابو جندلؓ وغیرہم کی تبلیغ سے بہت سے قریش مسلمان ہو گئے، جن میں خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ ایسے جرنیل اور مدبر شامل تھے اور فتحِ مکّہ سے قبل مسلمان ہونے کی وجہ سے اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں شامل ہو گئے تھے۔

ایسے حالات میں مسلمان فتح کے پھریرے اُڑاتے ہوئے اگلے سال عمرہ ادا کرنے گئے، ان کے حوصلے بلند تھے، مدینہ پر کسی حملہ کا خوف و خطرہ نہ تھا، قریش نے حماقت سے عمرہ کی اجازت دینے کو بھی اپنی بے عزتی سمجھا، اور تمام اکابرِ قریش شرم و ندامت کے مارے پہاڑوں میں چلے گئے مسلمانوں نے آزادانہ مراسمِ عمرہ ادا کیے۔ تین دن مکّہ میں ٹھہرے مکّہ کی ہر شے ان کے رحم و کرم پر تھی۔ لیکن امتِ مسلمہ نے خلقِ عظیم کا مظاہرہ کیا، جو صاحبِ خُلقِ عظیم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و تزکیہ کا نتیجہ تھا، اور جس کی بدولت وہ "میدانِ امتحان والامتحان" بنی، اور جس طرح آں حضرتؐ آخری نبی ہیں۔ اسی طرح یہ امت بھی آخری اور اعلیٰ ترین امت ہے، چنانچہ انھوں نے کسی شے کی طرف آنکھ تک اُٹھا کر نہ دیکھا، مکّہ میں عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں اور دریچوں سے انھیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جھانکتے تھے، لیکن ان کی نگاہیں کسی کی طرف نہیں اُٹھتی تھیں، یہی وہ اُمّتِ مسلمہ تھی جس کے ہاتھوں عرب، ایران اور روم کی تسخیر ہوئی، فاتحانہ تہذیبی مراکز میں داخل ہوتے رہے، لیکن نہ کسی کے مال کو چھیڑا، نہ کسی گھر میں گھُسے، نہ ان کی نگاہیں کسی نامحرم کی طرف اُٹھیں، اور اگر کسی محکوم کی ذمہ داری لینے کے بعد اس کی حفاظت سے معذوری محسوس کی تو اسے جزیہ واپس کر دیا۔

اِن ہی آیات کے بعد دو بے مثال حقیقتوں کا اظہار کیا گیا ہے، (۱) هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۔ ذاتِ اِلٰہی نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پورے دین پر غالب کرے اور پھر غلبہ کے وسائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۔ الخ ” محمدؐ اللہ کا رسول، اور جو اہلِ ایمان آپ کے ساتھ ہیں۔ وہ کفار کے مقابل سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تو انھیں رکوع و سجود کرتے دیکھتا ہے، وہ اللہ کے فضل و رضا کے متلاشی ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں یہ اُن کی بیان توریت میں ہے۔ اور اِن کی مثال انجیل میں اس انکھوے جیسی ہے جو کونپل نکالتی ہے، پھر وہ بڑھتی ہے پھر اس کا تنا مضبوط ہو کر سیدھا ہو جاتا ہے، کسان اسے حیرت اور تعجب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور مخالف کافر اس کی نشو ونما اور اُٹھان دیکھ کر پیچ و تاب کھاتا ہے۔ اللہ نے ایسے ایمان دار اور عملِ صالح کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے“ (الفتح)

قریشِ مکہ کے سامنے یہ دونوں حقیقتیں کمزور ترین حالت سے اُبھر کر کمال کو پہنچیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلعم کے دین اور آپ کے ساتھیوں، ہر دو کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور کسی فریب، حیلے اور قوت کے استعمال سے گریز نہ کیا، حتّٰی کہ آج عمرہ کے روز، دینِ اسلام اور آں حضرت صلعم کے لگائے ہوئے چمن اُمّتِ مسلمہ کو انھوں نے غالب اور سرسبز و شاداب دیکھا اور حقیقت کا اعتراف کر کے سر جھکا دیا۔ (باقی)

© rasailojaraid.com